امام مازریؒ اور ان کی المعلم بفوائد مسلم

تعارف و تجزیہ

Imam Marzi and His Almualim Bfawaid Muslim: Introduction and Analysis

پروفیسر ڈاکٹر جمیلہ شوکت: ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

Abstract:

The article under discussion is about al-Mu, lim, a commentary of al-Jami, Al Sahih by a renowned muhaddith, imam Muslim .The commentator of al_Mu, lim, imam Mazri belonged to al_ Magrib .He was a proficient student and a teacher of Hadith .He was considered as one of the forerunner commentator of this compendia .In his lecture to students, he focused on different aspects ofal_jami,. He elaborated the silent features of this compendia .Some of the brilliant student jotted down the lectures of his teacher. On the completion of this commentary of Ahadith_ e_ Sahiha, his students sought the permission from their respectable teacher for bublication of the material. The remarkable teacher allowed the publication and also went through the jotted down material .Thus, in such a way this commentary reached to the coming generations.Imam Mazri has explained the main features and qualities of al_Jami. He discussed the Sanad and Matan both in his lectures.We have tried to derive silent features of this commentary .Hopefully the youngsters will add to it.

ابو عبد اللہ، محمد بن علی بن عمر بن محمد التمیمی المازریؒ(1) المالکی (۴۵۳ھ(2)۔ ۵۳۶ھ) مھدیہ (3) میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں ان کی نشو و نما ہوئی اور حصول علم کے مراحل طے ہوئے۔ زندگی کے ابتدائی حالات کے بارے میں میسر مصادر میں تفصیلات نہیں ملتیں، البتہ اس دور کی سیاسی اور علمی (4) صورت حال کا ذکر متعدد مصادر میں ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تونس، قیروان اور دیگر افریقی شہر عدم استحکام کا شکار اور باہم دست و گریبان تھے۔ لیکن اس عدم استحکام کے باوجود علم و ادب کے افق پر بعض نمایاں ہستیاں نمودار ہوئیں، جن میں امام مازری کی شخصیت نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔

شیوخ

امام مازری نے تونس، مھدیہ، اندلس اور دیگر امصار و اقطار کے جید علماء سے بالمشافہ اور بذریعہ اجازت علوم کی تحصیل کی۔ چند شیوخ درج ذیل ہیں:

☆ ابو الحسن علی بن محمد اللخمی القیروانی (م ۴۷۸ھ)

☆ ابو محمد عبدالحمید بن الصائغ القیروانی السوسی (م۴۸۶ھ)
☆ ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ المالکی (م۴۷۴ھ)۔صاحب **رياض النفوس**
☆ ابو محمد القاسم بن محمد الاندلسی([5])

تلامذہ

علوم نقلیہ و علمیہ میں مہارت حاصل کرنے کے بعد مھدیہ کو علمی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے شب و روز محنت کی اور بہت جلد ان کی شہرت مشرق و مغرب ہر سو پھیل گئی۔ شائقینِ علم کی کثیر تعداد نے کسبِ فیض کیا۔ اندلس اور افریقہ میں نامساعد حالات کی وجہ سے اہلِ علم کی آمد و رفت مشکل تھی لہذا اس نابغہ روزگار شخصیت سے اجل اہل علم اور تلامذہ کی کثیر تعداد نے علوم شرعیہ کی روایت اور اس کی اشاعت کی بذریعہ تحریر اجازت لی([6])۔اہم تلامذہ درج ذیل ہیں:

☆ ابو یحییٰ، زکریا بن عبد الرحمٰن الغسانی المھدوی (م۵۷۰ھ)۔ مازری کے قریبی شاگرد اور افریقہ میں علوم شرعیہ کی سند کو تسلسل کے ساتھ منتقل کرنے میں امام کے خلیفہ۔
☆ ابوالحسن صالح بن ابی صالح الاوسی (م۵۸۱ھ)۔ شیخ سے **المعلم** کا سماع کیا۔
☆ ابوالحسن طاہر بن علی السوسی
☆ ابوالحسن صالح بن خلف بن السکنی (م۵۸۶ھ)
☆ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن تومرت (م۵۲۴ھ)۔ تحریک موحدین کا سرخیل۔
☆ ابوالحسن علی بن محمد الغرناطی، ابن المقریٔ (م۵۵۳ھ)
☆ ابو محمد عبدالنعم بن الفرس (م۵۹۷ھ)
☆ ابو بکر، عبدالرحیم بن اَبی العیش (م۵۷۰ھ)
☆ ابواسحاق بن قرقول، ابراہیم بن یوسف (م۵۶۹ھ)
☆ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحیم بن الفرس (م۵۶۷ھ)
☆ ابواسحاق ابراھیم بن احمد بن الحاج (م۵۷۹ھ)
☆ ابوالحسن محمد بن خلف بن صاعد الغسانی اللبلی (م۵۴۷ھ)
☆ ابو بکر بن ابی جمرہ محمد بن احمد المرسی (م۵۹۹ھ)
☆ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن سعادہ (م۵۶۶ھ)

☆ ابو عبد اللہ بن صاف الاُریولی (م ۵۵۲ھ)

☆ ابن العربی الاشبیلی (م ۵۷۵ھ)

☆ قاضی عیاض بن موسیٰ (م ۵۴۴ھ)

☆ ابو مروان بن عیشون، عبید اللہ بن عبد اللہ (م ۵۷۳ھ)

☆ ابو الولید محمد بن احمد ابن رشد الحفید (م ۵۹۵ھ)

☆ ابو عبد اللہ محمد بن عیسیٰ الشلبی (م ۵۵۱ھ)۔ استفادے کے لیے تین سال تک مھدیہ میں قیام کیا۔

☆ ابو العباس احمد بن طاہر الانصاری (م ۵۳۲ھ)۔ بلاواسطہ شیخ سے سماع کیا۔

☆ ابو حفص عمر بن المجید المیانشی (م ۵۸۳ھ)۔ **المعلم** کا سماع کیا اور مشرق میں اس کو پھیلایا۔ (7)

علمی مقام

امام مازری کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ وہ علوم دینیہ میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ رکھنے والے علمائے افریقہ و مغرب کے سلسلے کی آخری کڑی تھے۔ علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ، علم کلام، تصوف، عربی زبان و ادب اور طب پر بھی دسترس حاصل تھی۔ علوم حدیث میں ان کی مہارت و رسوخ کے لیے **المعلم** شاہد عدل ہے۔

فقہ مالکی پر ان کو خاص دسترس حاصل تھی۔ اکابر مالکی علماء فقہاء کے فیصلے ہر وقت ان کے ذہن میں محفوظ رہتے۔ وہ اپنے وقت کے عدیم النظیر مفتی تھے جو اپنے قضایا و فیصلوں میں حد درجہ محتاط تھے۔ یہ خیال ہمہ وقت ان کو دامن گیر رہتا کہ کہیں حق و انصاف سے انحراف نہ ہو جائے۔ مھدیہ اور دیگر علاقوں کے عوام ان کے فیصلوں کا خیر مقدم کرتے اور عزت و احترام کرتے۔ مسائل فقہ میں ان کی مہارت درجہ اجتہاد کو پہنچ گئی تھی۔ جب ہم عصر اہلِ علم کے درمیان ان کے مجتہد ہونے کا چرچا عام ہوا اور امام کے لقب سے پکارے جانے لگے تو اس موقع پر عجز و انکساری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ میرے فتاوی اور فیصلے تو مشہور مالکی علماء کے فیصلوں اور اجتہادات پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ میری ذاتی تاویلات و اجتہادات پر۔ تذکرہ نگار امام مازری کے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ خود کو **امام** ایسے لقب کا مستحق نہیں سمجھتے تھے۔ اسی دوران انہوں نے خواب میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی زیارت کی اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے استفسار کیا کہ آیا میں اس لقب کا حقدار ہوں۔ اس پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے سائل کو فتوے کے

لیے شرح صدر کی دعا فرمائی۔(8)

تونس کے ایک متأخر مالکی فقیہ الونشریسی (م۹۱۴ھ) اپنی تالیف **المعیار المغرب من فتاوی علماء افریقیة۔۔۔** میں بیان کرتے ہیں کہ ایک ایسے ہی موقعے پر امام مازری نے فرمایا:

وما افتیت قط بغیر المشهور ولا أفتی به (9)۔

ان کے اس طرز عمل کی تائید ابن دقیق العید کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، حیرت ہے کہ مجتہد ہونے کے باوجود اجتہاد کا دعویٰ نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں:

مارأ یت أعجب من هذا (أی المازری) لأی شئ ماادعی الاجتهاد۔ (10)

امام مازری حکام وقت کے قرب، ان کی نوازشات اور حکومتی عہدوں سے ہمیشہ دور رہے۔ قضا وافتا کا عہدہ پیش کیا گیا تو اسے قبول نہیں کیا۔ وہ وقت کے حالات وظروف سے واقف تھے۔ ان کو یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں تقویٰ سے عاری کم علم اور جاہل علماء ذاتی مفادات کے لیے شہوات پر مبنی فتویٰ دینے میں جری نہ ہو جائیں۔ فتویٰ دینے میں اپنے طرز عمل کا برملا اظہار سر اٹھاتے خطرے کے سدِ باب کے لیے بھی تھا۔ جیسا کہ الونشریسی لکھتے ہیں کہ مازری نے فرمایا:

ولست احمل الناس علی غیر المشهور من قول العلماء، لأن الورع قل بل کاد یعدم ، والحفظ علی الدیانات کذلک، وکثرت الشهوات و کثر من یدعی العلم و التجاسر علی الفتویٰ ولو فتح لهؤ لاء باب فی مخالفة المشهور من المذهب لَا تسع۔۔۔ لا خفاء فیها (11)۔

امام مازری کے ہمعصر اور متاخرین اہلِ علم نے علوم عقلیہ ونقلیہ پر ان کی دسترس کا اعتراف کیا۔ شاگرد رشید قاضی عیاض کا قول ہے:

هو امام بلاد افریقیة وما وراء ها من المغرب ، وآخر المشتغلین من شیوخ افریقیة بتحقیق الفقه ومن بلغ فیه رتبة الاجتهاد و دقة النظر، لم یکن فی عصره للمالکیه فی اقطار الارض افقه منه ولا اقوی لمذهبهم ، وسمع الحدیث وطالع معانیه، واطلع علی علوم کثیرة من الطب والحساب والانشاء فکان أحد رجال الکمال فی العلم فی وقته، وکان حسن الخلق ملیح المجلس (12)۔

شجرۃ النور کے مؤلف ان کی ذہانت اور حالات سے باخبر ہونے کے علاوہ انہیں سرکردہ علمائے مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان کا قول ہے:

خاتمة العلماء المحققين والأئمة الأعلام المجتهدين الحافظ، النظار، كان واسع الباع فى العلم والاطلاع مع ذهن ثاقب ورسوخ تام بلغ درجة الاجتهاد (13)۔

ابن خلکان مختلف علوم وفنون بالخصوص علوم حدیث پر ان کی دسترس کی بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو أحد الأعلام المشار اليهم فى حفظ الحديث والكلام عليه۔۔۔ وكان فاضلاً متفنناً (14)۔

ابن فرحون ان کو روئے زمین پر فقہ مالکی میں اپنے وقت کا یگانہ روزگار فقیہ کہتے ہیں:

۔۔۔لم يكن فى عصره للمالكية فى أقطار الأرض فى وقته افقه منه ولا أقوم لمذهبهم۔۔۔ وسمع الحديث وطالع معانيه۔۔۔ فكان احد رجال كمال فى العلم فى وقته۔ (15)

ذہبی انہیں **أحد الأئمة الاعلام۔۔۔ كان من اهل الحفظ والا تقان** (16) کہتے ہیں۔

مقّری انہیں امام مجتہد قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

الامام المجتهد ابو عبد الله المازرى عمدة النظار، ونحور الامصار المشهور فى الآفاق والاقطار حتى عد فى المذهب اماماً۔۔(17)

ابن العماد الحنبلی نے بھی ان کو **من كبار ائمة** شمار کیا۔(18)

تالیفات

امام مازری اپنے وقت کے فصیح و بلیغ اور بے مثل استاد ہونے کے ساتھ ساتھ قلم کے بھی شہ سوار تھے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں: **كان قلمه أبلغ من لسانه**۔ متعدد موضوعات پر مفید کتب تالیف کیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ **المعلم بفوائد مسلم**۔ یہ امام مسلم کی **الجامع الصحیح** پر تعلیق ہے۔(آئندہ صفحات میں تفصیل آرہی ہے)

☆ **ایضاح المحصول من برهان الاصول**۔ ابو المعالی الجوینی (م۴۷۸ھ) کی مشہور

کتاب البرھان فی اصول الفقه کی شرح۔

- ☆ **شرح التلقین**، عبد الوھاب بن علی (م ۴۲۲ھ) کی اصول فقہ پر کتاب **التلقین** کی شرح۔ اس شرح کے بارے میں ابن فرحون لکھتے ہیں: **لیس للمالکیة کتاب مثله**۔
- ☆ **الواضح فی قطع لسان النابع**۔ قرآن حکیم پر معترض کے اعتراضات کا جواب۔
- ☆ **تعلیق علی احادیث الجوزقی**۔
- ☆ **النکت القطیعة فی الرد علی الحسشویة**۔
- ☆ **التعلیقة علی المدونة** /شرح المدونة
- ☆ **الکشف والانباء علی المترجم بالاحیاء**۔ امام غزالیؒ کی الاحیاء کی احادیث کی تخریج اور ضعیف احادیث کی نشاندہی پر مبنی۔
- ☆ **امالی علی رسائل اخوان الصفا**۔ والی افریقہ، تمیم بن المعز بن بادیس الصنہاجی کی فرمائش پر مرتب کی۔
- ☆ **کشف الغطاء عن لمس الخطا**
- ☆ **کتاب فی الطب** ([19])

وفات

۵۳۶ھ میں مھدیہ میں خالقِ حقیقی سے جاملے۔ منستیر ([20]) جو شہداء و صالحین کی مقابر کے لیے مشہور وہاں تدفین ہوئی۔ ([21])

المعلم۔اسلوب وخصائص

وجہ تالیف:

متنوع علمی لطائف و فوائد کی حامل **المعلم بفوائد مسلم** کا شمار **صحیح مسلم** کی اولین شروح میں ہوتا ہے۔ ([22]) **صحیح مسلم** کی شروح لکھنے کا آغاز امام مازری کے زمانے سے ہوا۔ ([23]) **المعلم** امام مازری کے ان دروس کا مجموعہ ہے جو انہوں نے امام مسلم کی **الجامع** پر اپنے تلامذہ کو مھدیہ کی جامع مسجد میں ماہ رمضان المبارک ۴۹۹ھ میں دیئے اور ان کے شاگرد ضبطِ تحریر میں لائے۔ دروس ختم ہونے کے بعد شیخ محترم کو پیش کیے، انہوں نے اس املاء کردہ مواد کو دیکھا اس کی تہذیب و تنقیح کی اور

ازاں بعد وہ شائع ہو گئے۔ یہ شرح یعنی **المعلم** ارادتاً تحریر نہیں کی جس کی تائید متعدد اقوال سے بھی ہوتی ہے۔ان کے شاگرد رشید قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

كتاب (المعلم) لم يكن تاليفاً، استجمع له مؤلفه، وانما هو تعليق ما تضبطه الطلبة من مجالسه [24]----

المعلم کے محقق نے بھی یہی بات لکھی ہے۔[25] ابن ابار (م۶۵۸ھ) امام مازری کے ایک شاگرد عبید اللہ بن عبد اللہ (م۵۷۴ھ) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ جب مازری کے سامنے **المعلم** کے بارے میں بات ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

انى لم اقصدتأليفه وانما كان السبب فيه أنه قرئ علّى كتاب مسلم فى شهر رمضان فتكلمت على نقط منه، فلما فرغنا من القراءة عرض على الاصحاب ما أمليته عليهم فنطرت فيه وهذبته فهذا كان سبب جمعه۔ [26]

ابن خلدون (م۸۰۳ھ) فرماتے ہیں:

وأملى الامام المازرى من فقهاء المالكية عليه شرحاً وسماه (المعلم بفوائد مسلم) اشتمل على عيون من علم الحديث و فنون من الفقه ۔ [27]

اسلوب:

المعلم کے جائزے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ حدیث کی سند اور اس سے متعلق وضاحت ہو یا متن حدیث میں لغوی، کلامی، ادبی اور فقہی مباحث، وہ بڑے فہیم و بلیغ اسلوب اور دقیق و لطیف انداز میں ان پر روشنی ڈالتے ہیں۔ **المعلم صحیح مسلم** کی تمام احادیث کی شرح نہیں بلکہ سند و متن کے بعض اہم اجزاء پر مشتمل ہے۔ وہ اپنے تلامذہ کے سامنے کبھی ایک باب میں وارد متعدد احادیث کے بعض اجزاء کی اکٹھی وضاحت کرتے ہیں تو کبھی کسی باب کی منتخب احادیث یا ان کے بعض اہم اجزاء میں وارد مختلف علوم و فنون سے متعلق نکات زیرِ بحث لاتے ہیں۔ اہلِ علم اس بات کے معترف ہیں کہ **المعلم** مختلف علوم مثلاً علومِ حدیث، فقہ، لغت، کلام، طب وغیرہ کا ایک قیمتی خزینہ ہے۔[28] امام مازری نے اپنی تعلیقات میں **صحیح مسلم** کے متعدد نسخوں کو مدِ نظر رکھا ہے۔ امام مسلم سے براہ راست سماع کرنے والوں میں ابو اسحاق ابراھیم بن محمد بن سفیان (م۳۰۸ھ) اور ابو محمد احمد بن علی القلانسی

(م۳۸۸ھ) معروف ہیں۔ ان سے تلامذہ کی کثیر تعداد مثلاً کسائی (م۳۸۵ھ)، ابن ماھان (م۳۸۸ھ)، جلودی (م۳۶۸ھ) وغیرھم نے روایت کیا۔ جلودی سے روایت کرنے والوں میں مشہور رواۃ سجزی (م۴۳۶ھ)، ابو العباس احمد بن حسن الرازی (م۴۰۹ھ) اور ابو الحسین عبد الغافر بن محمد الفارسی (م۴۴۸ھ) ہیں۔ مغرب میں قلانسی کا نسخہ زیادہ معروف ہوا اور غالباً امام مازری نے بھی قلانسی سلسلے کے رواۃ کو ترجیح دی ہے۔ (29)

سندِ حدیث کی وضاحت

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ امام مازریؒ کو صحیح مسلم کے مختلف نسخے مستحضر تھے لہذا وہ سندِ حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے ان نسخوں میں مذکور رواۃ میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیتے اور ان میں موجود ابہام و اشکال کو رفع کرتے، نیز بعض صورتوں میں راوی کا کبھی مختصر اور کبھی طویل تعارف بھی کرواتے ہیں۔ امام مازری نے سند کی توضیح کرتے ہوئے رواۃ کے ناموں میں واقع اختلاف و فرق اور تصحیف کی نشاندہی کی ہے۔ بعض مقامات پر وہ صحت کے اعتبار سے حدیث کی درجہ بندی بھی کرتے ہیں۔ بالخصوص متعارض روایات کی صورت میں اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رواۃ کی عدالت وثقاہت کو بنیاد بناتے ہیں۔ وہ اپنے تلامذہ کے سامنے اس بات کو بغرض تعلیم وتربیت خوبصورت انداز میں یوں بیان کرتے ہیں:

ان قيل: كيف استجاز ها هنا أن يقول فلان اعدل من فلان مع أنه عليه الصلاة وسلام قال فى الطبيبين (لولا غيبتهما لأ علمتكما أيهما أطب) قيل دعت الضرورة هاهنا لذكر هذا لأ نه موضع تعليم و الحاجة ما سة اليه لأن العلماء اذا تعارضت الأ خبار عندهم قدموا اخبر من كان اعدل وعولوا عليه وافتوا۔۔۔ لايجوز الأخذ برواية النا قص فى العدالة وأن يقدم على رواية الأعدل منه۔۔۔ وقد أجيز التجريح للشهود للضرورة اليه ولم يمنع لكونه غيبة۔ (30)

الاسناد من الدين یعنی سند دین کا اہم حصہ ہے لہذا اسی اہمیت کے پیش نظر وہ اس کی صحت و عدم صحت کو مختلف پہلوؤں اور معروف پیمانوں سے جانچتے اور پرکھتے ہیں۔

سند کی توضیح و تشریح میں امام مازریؒ کے اس اسلوب کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

- حدیث: **عن أبى انس: أن عثمان توضأ بالمقاعد۔۔۔ ثلاثا** کو امام مسلم کے تین

شیوخ نے درج ذیل سند سے روایت کیا ہے: **وكيع عن سفيان عن أبي النضر عن أبي انس**۔ امام مازری کہتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے کہا ہے کہ درج بالا سند میں **وكيع** کو **ابی انس** کے بارے میں وہم ہوا ہے درحقیقت سند یوں ہے: **سفيان عن ابن النضر عن بسر بن سعيد عن عثمان بن عفان رضى الله عنهم**۔ اس سلسلہ سند کی تائید میں مازری، امام احمد بن حنبل اور دارقطنی کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے بھی کہا کہ **وكيع** کو یہاں وہم ہوا ہے۔(31)

- حدیث: **۔۔۔جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة تبوك۔۔۔ المغرب والعشاء،** کے بارے میں امام مازریؒ فرماتے ہیں کہ اس کا سلسلہ سند یوں بھی آیا ہے: **حدثنا قرة بن خالد قال حدثنا ابو الزبير المكى قال حدثنا عمرو بن واثلة ابو الطفيل قال حدثنا معاذ بن جبل**۔ مازری کہتے ہیں کہ مصادر میں محفوظ نام **ابو طفيل عمرو** نہیں بلکہ **ابو طفيل عامر** ہے۔ وہ ابو طفیل عامر کے درست ہونے کے لیے بطور دلیل امام بخاری کی **التاريخ الكبير، التاريخ الأوسط** اور امام مسلم کی کتاب **التمييز** کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔(32)

- حدیث: **۔۔۔ابن شهاب عن السائب بن يزيد عن عبد الله بن السعدى عن عمر بن الخطاب يقول: قد كان رسول الله يعطينى العطاء۔۔۔ نفسک** روایت کا ایک سلسلہ سند درج بالا ہے۔ مازری کہتے ہیں کہ **السائب** اور **عبد الله بن السعدى** کے درمیان ایک راوی ساقط ہے اور وہ راوی **حويطب بن عبد العزى** ہیں۔ تائید میں مازری، امام نسائی کا بیان کردہ سلسلہ سند پیش کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ **سائب** سے **ابن السعدى** کا سماع ثابت نہیں ہے بلکہ وہ **حويطب** سے روایت کرتے ہیں۔(33)

- حدیث: **۔۔۔ عن أبى موسىٰ رضى الله عنه قال كان يوم عاشوراء ۔۔۔ صوموه انتم** کی ایک سند **حدثنا ابن ابى شيبة وابن نمير قالا حدثنا ابو اسامة** ہے۔ مازری بتاتے ہیں کہ ابن الحذاء کے نسخہ میں **ابن نمير** کی جگہ **ابن ابى عمر** کا نام ہے جبکہ جلودی کے نسخہ میں **ابن نمير** ہیں۔ مازری کہتے ہیں کہ ابن الحذاء کو وہم ہوا ہے اور جلودی کی بیان کردہ سند یعنی **ابن نمير** ہی درست ہے۔(34)

- حدیث : ۔۔۔ أن ابا سلمة حدثه ان عائشة قالت له: اجتنب الارض۔۔۔ کے سلسلہ سند میں ۔۔۔حدثنا یحیٰ ان محمد ابن ابراہیم حدثه ان ابا سلمه۔۔۔ کا ذکر ہے،اس میں یحییٰ غیر منسوب ہیں۔مازری یہاں ابوالعلاء کے نسخہ میں وارد غلطی کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انہوں نے یحیٰ بن آدم لکھا ہے جو غلط ہے اور صحیح نام یحیٰ بن ابی کثیر ہے۔(35)
- عن أبی ہریرۃ أن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: اذا اختلفتم فی الطریق۔۔۔ اذرع کی سند میں خالد الحذاء عن یوسف بن عبد اللہ عن أبیه مذکور ہے۔ مازری کہتے ہیں کہ عن أبیه تصحیف (36) ہے۔ درحقیقت یہ یوسف بن عبد اللہ بن الحارث ہیں۔وہ یہ صراحت بھی کرتے ہیں کہ یہ یوسف وہی ہیں جو ابن سیرین کے بھانجے تھے۔(37)
- بعض وقت مازری سند میں سقوطِ راوی کی نشاندہی بھی کرتے ہیں۔ مثلاً مختلف سلسلہ ہائے سند سے مروی روایت جاء ماعز بن مالک۔۔۔۔ فرجمها کا ایک سلسلہ ابو العلاء اور دیگر رواۃ کے نسخوں کے مطابق یوں ہے: حدثنا محمد بن العلاء الھمدانی عن یحیٰ بن یعلی عن غیلان۔ یہاں مازری، دمشقی کے نسخہ میں وارد سلسلہ سند کو درست قرار دیتے ہیں جو کہ اس طرح ہے: حدثنا محمد بن العلاء الھمدانی عن یحیٰ بن یعلی عن أبیه عن غیلان یعنی یحیی بن یعلی کے بعد عن ابیه ہے جو دیگر رواۃ کے نسخوں سے ساقط ہے۔اس کی تائید میں وہ ابو داؤد اور نسائی کی بیان کردہ سند کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔(38)

غریب الفاظ کی شرح

امام مازری اپنے دروس میں صحیح مسلم کی تقریباً تمام کتب اور ان کتب کے منتخب ابواب اور ابواب کی منتخب احادیث کے بعض اجزاء زیرِ بحث لائے ہیں۔ متن کا یہ منتخب جزء زیرِ مطالعہ باب کا محور و مرکز ہوتا ہے۔ وہ احادیث میں وارد غریب و مشکل الفاظ کی تشریح و توضیح کے لیے علمائے لغت کے اقوال اور ان کی کتب سے بکثرت استدلال و استشہاد کرتے ہیں۔ بالعموم وہ لفظ کے مختلف معانی اس کے مشتقات بیان کرنے کے ساتھ صرفی و نحوی بحث بھی کرتے ہیں۔ **المعلم** کے مطالعہ سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ بعض وقت حدیث میں وارد کسی ایک مشکل لفظ کی معانی بیان کرتے ہوئے کوئی دوسری حدیث جس میں وہ لفظ استعمال ہوا ہو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ **المعلم** میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

- حدیث: عن تمیم الداری ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: الدین النصیحة۔۔۔ کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ لفظ نصیحة، نصحت العسل سے مشتق ہو سکتا ہے۔اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ یہ النصح سے ہو جس کے معنی خیاطة یعنی سینے کے ہیں۔ نصاح اس دھاگے کو کہا جاتا ہے جس سے سیا جاتا ہے، سوئی کو ابرة اور منصحة بھی کہتے ہیں اور اسی سے ناصح (یعنی درزی) نکلا ہے۔ یہ مفہوم بھی سامنے آتا ہے کہ ایک بھائی اپنے بھائی کی غلطی کی اصلاح کرتا ہے جس طرح سوئی پھٹے ہوئے کپڑے کو درست کرتی ہے۔ مشہور نحوی نفطویہ (م ۳۲۳ھ) اس لفظ کو خالص کرنے کے مفہوم میں لیتے ہیں یعنی جب انسان اپنے بھائی کے ساتھ اخلاص یعنی دل کی صفائی کے ساتھ معاملہ کرے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے لیے مخلص ہو گیا۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ اگر ہم اس کو پہلے لفظ سے مشتق سمجھیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے بھائی کے لیے اسی طرح صاف ہو گیا جس طرح شہد صاف ہوتا ہے۔(39)

- حدیث: عن أبی هریرة أن رسول الله قال: ان حدث کذب۔۔۔ خان کی شرح کرتے ہوئے امام مازری کہتے ہیں کہ آج کل یہ اوصاف جس شخص میں ہوں اس کو منافق نہیں کہا جاتا سو امکان یہ ہے کہ یہ علامات منافقین میں آپ ﷺ کے زمانے میں پائی جاتی ہوں کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ان تمام معائب سے پاک تھے یا اس سے آپ ﷺ کا مقصد وہ لوگ ہوں جنہوں نے دین کو کھیل بنالیا اور اس عادت کو اختیار کر لیا ہو۔ اس سے مراد لغوی نفاق بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی دل میں پوشیدہ بات کے برعکس کا اظہار ہے۔ اگر قاری ان اوصاف پر غور کرے تو اس پر یہی مفہوم منطبق ہو گا۔ کیونکہ ایک کاذب (جھوٹا انسان) تمہارے سامنے یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس نے سچی بات کہی جبکہ باطن میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ایک جھگڑالو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے انصاف کیا حالانکہ اس کے دل میں فسق و فجور ہوتا ہے۔ ایک وعدہ کرنے والا یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ وعدہ پورا کرے گا جبکہ باطن میں اس کا ارادہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ابن الانباری (م ۳۹۰ھ) کے بقول منافق کو منافق کہنے کے بارے میں تین اقوال ہیں۔ **پہلا** یہ کہ اسے یہ نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کفر کو چھپاتا اور پردہ ڈالتا ہے سو وہ نفق (یعنی Tunnel زیرِ زمین راستے) میں داخل ہونے والے کے مشابہ ہے اور نفق کو سرب بھی کہتے ہیں کہ اس میں چھپا جاتا ہے۔ **دوسرا** یہ کہ منافق چوہے کی مثل اس جانور کی مانند ہے جس

کابل ہوتا ہے جسے **النا فقاء** بھی کہا جاتا ہے اور اس کے دوسرے طرف کو **القاصاء** کہا جاتا ہے۔ وہ **قاصاء** سے داخل ہو کر **نافقاء** سے نکل جاتا ہے۔ سو یہی حال منافق کا ہوتا ہے جو ایمان میں داخل ہونے والے راستے کے علاوہ کسی دوسرے راستے سے نکل جاتا ہے۔ **تیسرا قول** یہ بھی ہے کہ منافق کو چوہے کے مثل ایک جانور سے تشبیہ دی گئی ہے جو زمین کو کریدتا اور بل بناتا ہے۔ بظاہر وہ نرم مٹی کو کھرچ کر ہٹاتا ہے جس سے زمین پر اس کا بل بن جاتا ہے لیکن در حقیقت وہ زمین میں ایک گڑھا ہوتا ہے یہی حال منافق کا ہے جو بظاہر مومن اور بباطن کافر ہوتا ہے۔(40)

- حدیث: **---- من صلّی صلاة لم یقرأ فیها أم القرآن فهی خداج---- فهذا لعبدی ولعبدی ما سأل---** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مشہور ماہر لغت ابو عبید الھروی (م۲۲۴ھ) کا قول ہے کہ **الخداج** سے مراد **النقصان** یعنی کمی یا خرابی کے ہیں۔ اونٹنی کا بچہ جب وقت سے پہلے پیدا ہو تو کہا جاتا ہے **خدجت الناقة** اور اسی طرح **اخدجته** اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب حمل کی مدت مکمل تو ہو لیکن بچہ ناقص الخلقت ہو۔ اسی طرح جس کے ہاتھ میں کوئی نقص ہو اسے **مخدج الید** یعنی **لذی الثدیة** بھی کہا جاتا ہے۔ ابو بکر الزبیدی الاندلسی (م۳۷۹ھ) کہتے ہیں کہ اصل میں یہاں لفظ **ذات خداج** آنا چاہیے جس میں **ذات** کو اختصار کی غرض سے حذف کر دیا گیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ **مخدجة** کے مفہوم میں لیا جائے یعنی ناقص۔ مازری فرماتے ہیں کہ جب **خداج** کے معنی **ناقص** کے قرار پائے تو آپ ﷺ کے فرمان **لا صلوة** میں نفی کا اطلاق نفی کمال پر ہوا کہ نقص ثابت ہونے سے اس کے کمال کی نفی ہو رہی ہے نہ کہ نفس صلاۃ کی۔(41)

مازری حدیث کے مفردات کی وضاحت میں لغت عرب کے استعمال کے ساتھ ساتھ ان معانی کی تائید کے لیے آیاتِ قرآنیہ سے بھی استشہاد کرتے ہیں۔ مثلاً:

- حدیث: **لاتحروا بصلاتکم--- فانها تطلع بقرنی شیطان۔** حدیث میں وارد الفاظ **قرنی الشیطان** کے مفہوم کے بارے میں اہلِ علم نے اختلاف کیا ہے بعض نے **قرنی الشیطان** سے مراد اس کی جماعت اور پیروکار لیے، کچھ حضرات نے اس کو شیطان کی قوت و طاقت سے تعبیر کیا اور اس مفہوم کی تائید کے لیے آیتِ کریمہ: ﴿**وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقْرِنِينَ**: الزخرف، ۱۳/۴۳﴾ پیش کی۔ وہ

کہتے ہیں کہ مُقْرِنِينَ کے معانی یہ ہیں کہ ہم اس (سواری) کو مطیع کرنے کی طاقت وقدرت نہیں رکھتے۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ قرن شیطان کے لیے ضرر پہنچانے کے مفہوم میں بطور کنایہ کے استعمال ہوا کہ بالعموم جانور اپنے سینگوں سے مقابل کو نقصان پہنچاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ قرنان تثنیہ کا صیغہ ہے جو اپنے ظاہری مفہوم کے اعتبار سے بیان کیا گیا ہے کہ سینگ سر کے دونوں یعنی دائیں اور بائیں جانب ہوتے ہیں۔(42)

- حدیث: عن ابی سعید الخدری، قال: سمعت من رسول الله صلی الله علیه وسلم أربعاً فأعجبنني وآنقنني نهى أن تسافر المرأة۔۔۔ امام مازری فرماتے ہیں کہ أعجبنني وأنقنني دونوں کا مفہوم حیران ہونا یا کسی چیز کے اچھا لگنے کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مترادف الفاظ کا استعمال عربوں میں مروج تھا اور وہ بالعموم کسی بات کی وضاحت اور تائید کے لیے ایسا کرتے تھے جیسا کہ آیتِ کریمہ میں ہے: ﴿أُوْلَـٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾البقرۃ، ۲/ ۱۵۷) آیت میں اللہ کی طرف سے صلوٰت اور رحمۃ سے مراد رحمت ہی ہے۔ جس طرح آیت ﴿فَكُلُواْ مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَـٰلًا طَيِّبًا﴾:الانفال،۸/ ۶۹)

یہاں بھی آیت میں حلال اور طیب دونوں ایک ہی معنی کے لیے لائے گئے ہیں۔ انہوں نے اس بات پر شعر عرب سے بھی استشہاد کیا ہے:

الا حبذا هند و ارض بها هندُ　　　وهند اتی من دونها النأی والبعد

یہاں النائی اور بعد دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔(43)

- ریشمی لباس سے متعلق ایک طویل حدیث: فقال عمر یا رسول الله انی رأیت۔۔۔ فقال له رسول الله صلی الله علیه وسلم: انما یلبس الحریر فی الدنیا من لا خلاق له فی الآخرة۔۔۔ میں وارد لفظ خلاق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الخلاق کے معنی خیر کا بڑا حصہ ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿فَٱسْتَمْتَعُواْ بِخَلَـٰقِهِمْ﴾:التوبۃ،۹/ ۶۹) یعنی انہوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا۔ پھر ایک اور آیت بیان فرمائی ﴿أُوْلَـٰٓئِكَ لَا خَلَـٰقَ لَهُمْ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ﴾:آلِ عمران، ۳/ ۷۷) یعنی جو لوگ دنیا میں نفع حاصل کرتے ہیں آخرت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔(44)

فقہی مباحث

امام مازری علمِ حدیث میں مقام رفیع کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ علم فقہ میں بھی درجہ اجتہاد پر فائز تھے۔احادیث کی شرح وتوضیح کرتے ہوئے وہ مسائل کا استنباط کرتے اور دیگر فقہی مسالک کا بھی ذکر کرتے ہیں نیز احادیث سے کئی فقہی اصول بھی اخذ کرتے ہیں۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ فقہی مسائل اور اصول و قواعد پر احادیث مبارکہ سے استدلال واستنباط میں امام مازری کو اولیت حاصل ہے۔

امام مازری فقہ مالکی سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اکثر مقامات پر وہ امام مالک اور ان کے اصحاب کے مذہب کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور بعض مقامات پر فقہ مالکی کو ترجیح دیتے اور اسباب ترجیح بھی بتاتے ہیں۔ کسی مسئلہ میں اختلاف کی صورت میں اکثر مقامات پر دیگر ائمہ بالخصوص ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل کا ذکر کرتے ہوئے ہر موقعے پر ان اہل علم کا پاس وادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ چند امثلہ درج ذیل ہیں:

- حدیث: **الطهور شطر الایمان۔۔۔** اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام مازری ایک اختلافی مسئلہ کا ذکر کرتے ہیں کہ کیا تیمم اور وضو دونوں میں نیت کرنا فرض ہے۔اس مسئلے سے متعلق ائمہ کے اقوال اور دلائل بیان فرماتے ہیں۔ مازری کا کہنا ہے کہ درج بالا حدیث ان حضرات کے خلاف حجت ہے جن کا قول ہے کہ وضو کے لیے نیت ضروری نہیں (امام مالک وضو کے لیے نیت کی فرضیت کے قائل ہیں) اس مسئلہ میں **امام اوزاعی** کا مسلک بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک دونوں ہی میں نیت کا ہونا ضروری نہیں۔ **امام مالک** کا مشہور قول ہے کہ دونوں میں نیت کی ضرورت ہے۔ امام مالک کا ایک شاذ قول بھی ملتا ہے جس کے مطابق وضو نیت کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔ **امام ابو حنیفہ** فرماتے ہیں کہ تیمم میں نیت ضروری ہے۔ البتہ وضو کے لیے ضروری نہیں۔ پھر ان اقوال پر ان ہی ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں۔

امام اوزاعی کی دلیل یہ ہے کہ وضو ان عبادات کی طرح نہیں جو اپنی ذات میں واجب ہیں بلکہ وضو واجب لغیرہ (کسی اور سبب سے واجب) ہے، پس وہ صحتِ نماز کے لیے شرط ہے۔ جیسا کہ نجاست سے جگہ کا پاک ہونا اور ستر کا ڈھانپنا اور اس طرح کے دوسرے امور جو نماز (کی صحت) کے لیے شرط ہیں جن میں نیت ضروری نہیں۔

امام مالک دلیل میں حدیث مبارکہ (انما الاعمال بالنیات) اور زیرِ بحث حدیث پیش کرتے ہیں۔ وجہ استدلال یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر طہارت، عبادات کو مضبوط و موثر بنانے والی نہ ہوتی تو اس کو نصف ایمان نہ کہا جاتا سو جب عبادات کے لیے وضو ضروری ہے تو وضو کے لیے عبادات کی طرح نیت لازمی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ آیت ہے: (۔۔۔فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا طَيِّبًا ۔۔۔: النساء، ۴/ ۴۳) تیمم کے لغوی معنی قصد وارادہ کے ہیں اور مقصود وہ جس کی نیت کی گئی۔

امام مازری، احناف کی دلیل کا ردّ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے وضو اور تیمم میں جو فرق کیا ہے وہ ضعیف ہے اس لیے کہ تیمم وضو کا بدل ہے جب بدل کے لیے نیت واجب ہے تو مبدل منہ کے لیے بطریق اولی واجب ہوگی۔ ([45])

- حدیث: **عن عائشة قالت: فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة من الفراش فالتمسته ۔۔۔ على نفسک۔** امام مازری عورت کو چھونے سے وضو کے ٹوٹنے پر فقہاء کے درمیان اختلاف رائے کا ذکر کرتے ہیں۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ محض چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ اس آیت ﴿أَوْ لَـٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ ۔۔۔: النساء، ۴/ ۴۳) میں مذکور لمس کو مجامعت پر محمول کرتے ہیں۔ ایک اور قراءت کے مطابق آیت یوں ہے: ﴿او لا مستم﴾ جس سے ہمارے (مالکیہ) قول کی تائید ہوتی ہے۔ دیگر فقہاء کا کہنا ہے کہ چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ان حضرات نے مذکورہ بالا آیت میں لمس کو ہاتھ سے چھونے پر محمول کیا ہے فقہاء کے درمیان اس بات پر اختلاف ہوا کہ آیا مطلق چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ اس بارے میں امام شافعیؒ کا قول ہے کہ آیت کے عموم کے پیشِ نظر عورت کو مطلقاً چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ جبکہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے کہ وضو کا ٹوٹنا مطلق نہیں بلکہ مقید آیا ہے۔ اس قید کے بارے میں فقہاء مختلف الرائے ہیں۔ امام مالک کے بقول اگر یہ چھونا حصولِ لذت کی غرض سے ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ اگر یہ چھونا اشتہاء کا باعث بنے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ درج بالا حدیث امام شافعیؒ کے قول پر ردّ ہے کیونکہ اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چھونے سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا وضو ٹوٹ جاتا ہو اور آپ ﷺ نماز منقطع کر

دیتے ہوں۔امام شافعیؒ نے اپنے قول کے جواز میں یہ احتمال پیش کیا کہ آپ ﷺ کے دستِ مبارک اورام المومنین رضی اللہ عنہا کے درمیان کوئی چیز حائل ہوتی ہو گی لہذا آپ ﷺ نماز منقطع نہ کرتے ہوں گے۔ (46)

- حدیث: **عن اسامة بن زید رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یرث المسلم الکافر ولا یرث الکافر المسلم۔** اس حدیث کی شرح میں امام مازریؒ نے کافر کی میراث سے مسلمان کے حصہ پر فقہاء کے اقوال ودلائل جامعیت سے بیان کیے ہیں، فرماتے ہیں: مسلمان کی میراث سے کافر کا حصہ ازروئے اجماع جائز نہیں، لیکن جہاں تک کافر رشتہ دار کی میراث سے مسلمان کے حصہ کا تعلق ہے تو اس میں اہلِ علم میں اختلاف ہے۔امام مالکؒ نے **موطأ** میں اس جانب توجہ مبذول کرواتے ہوئے فرمایا ہے: مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا۔جمہور علماء نے مذکورہ حدیث سے یہی مسئلہ اخذ کیا ہے۔حضرت عمرؓ، علیؓ، زیدؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، حجاز وعراق کے جمہور تابعین اور فقہائے مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ، حنابلہ اور جمہور علماء نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔البتہ حضرت معاذؓ، معاویہؓ، ابن المسیب اور مسروق وغیرھم کا قول ہے کہ مسلمان، کافر رشتہ دار کی میراث سے حصہ پائے گا۔

پھر اس مسئلہ میں امام مازریؒ طرفین کے دلائل ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو حضرات مسلمان کو کافر کی میراث سے حصہ ملنے کے قائل ہیں وہ جواز میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر کے پاس دو بھائی وراثت کا تنازعہ لے کر آئے۔ایک بھائی، یہودی اور دوسرا مسلمان تھا، ان دونوں میں اپنے فوت شدہ یہودی بھائی کی میراث سے حصہ پانے کے بارے میں جھگڑا تھا۔تو یحییٰ بن یعمر نے اس حدیث: **((الاسلام یزید ولا ینقص))** (47) اور **((الاسلام یعلو ولا یعلی علیہ))** (48) کی بنیاد پر فتویٰ دیا کہ مسلمان بھائی بھی وراثت میں حصہ پائے گا۔

مازریؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ فرمان رسول ﷺ اسلام کی فضیلت سے متعلق ہے لہذا اس کا اطلاق مسائل وراثت پر کرنا درست نہیں ہے۔

اس کے بعد امام مازریؒ نے فقہاء کے نزدیک اہلِ کفر کی تعیین وتعریف پر روشنی ڈالی ہے۔امام مالکؒ کے نزدیک مختلف ملتوں کے لوگ ایک دوسرے کے لیے اہلِ کفر ہیں۔پس یہودی، نصرانی کا اور

نصرانی یہودی کا وارث نہیں ہو سکتا۔اسی طرح مجوسی بھی یہود و نصاریٰ سے نہ میراث پائے گا اور نہ اس کی میراث میں کسی یہودی یا نصرانی رشتہ دار کا کوئی حصہ ہو گا۔ امام شافعیؒ، ابو حنیفہؒ اور داؤد (ظاہری) کے نزدیک کفر ملتِ واحدہ ہے۔اسی لیے تمام کفار باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں لہذا ایک کافر خواہ وہ کسی مذہب کا حامل ہونے کی وجہ سے کفر پر ہو وہ دوسرے مذہب کے کافر کی میراث سے حصہ پائے گا۔

اس کے بعد مازریؒ نے امام مالکؒ اور دیگر فقہاء کے درج بالا اقوال پر ان کے دلائل بیان کیے ہیں کہ حدیث ((لا يتوارث أهل ملتين)) ([49]) کی رو سے امام مالکؒ نے کفر کی انواع کا اعتبار کیا ہے اور اسی لیے وہ مختلف ملتوں کے اہلِ کفر میں باہم توارث کو جائز قرار نہیں دیتے۔ نیز آیت ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾: المائدہ،۵/ ۴۸) میں بھی یہ جواز موجود ہے کہ ہر اہلِ مذہب اپنے طریقے پر ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے تمام انواع کفر کو ملتِ واحدہ قرار دیا ہے اور اس لیے ان کے نزدیک یہودی کا نصرانی اور نصرانی کا یہودی سے میراث پانا جائز ہے۔اس قول کی بنیاد امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہیں: ﴿وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾ :البقرۃ۲/ ۱۲۰) (لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ: الکافرون ۱۰۹/ ۶) ۔ان آیات کی رو سے اسلام کے ماسوا ادیان ملتِ واحدہ ہیں۔ جبکہ حدیث (لا يتوارث أهل ملتيں) کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص ملت کفر پر ہے وہ اس شخص سے میراث نہیں پائے گا جو ملتِ اسلام پر ہے اور اس طرح اس کے برعکس ہو گا۔

شرح کے آخر میں امام مازریؒ نے دیگر اہلِ علم جن میں شریح اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ شامل ہیں کا ایک تیسرا قول بھی بیان کیا ہے کہ کفر کو مختلف ملتوں پر محمول کرتے ہوئے ان حضرات کے نزدیک سامری اور یہود ایک ملت ہیں، صابی اور نصاریٰ ایک ملت ہیں، مجوس اور وہ تمام ادیان جو کسی الہامی کتاب کے حامل نہیں ایک ملت ہیں۔یوں اسلام کے ماسوا یہ تین ملتیں کفر میں شامل ہیں۔([50])

المعلم میں احادیث مبارکہ سے استخراجِ احکام کے ساتھ ساتھ امام مازریؒ نے اصولِ فقہ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح مسلم کے پہلے شارح ہیں جنہوں نے ایک جانب اصولِ فقہ پر احادیث سے استدلال کیا اور دوسری جانب احادیث سے استنباطِ مسائل کے دوران کئی فقہی اصول و قواعد بھی بیان کیے ہیں۔ مثلاً:

- حجیت اجماع کے جواز میں حدیث: **عن عبد الله بن عمر عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال فی حجة الوداع و یحکم اوقال ویلکم لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔** سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے امت کو کفر میں گرفتار ہونے سے منع فرمایا اگر امت کا کفر پر جمع ہونے کا جواز و امکان نہ ہوتا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس بات سے منع کیوں فرماتے ؟اور جب کفر پر جمع ہونا ممکن ہے تو دیگر گمراہیوں پر بدرجہ اولیٰ امت کے مجتمع ہونے کا امکان موجود ہے۔ اگر کسی معاملے پر امت کا جمع ہونا ہی ممنوع ہوتا تو نبی ﷺ کا (اس حدیث میں) امت کو کفر میں گرفتار ہونے سے روکنے کا حکم دینا بھی درست نہ ہوتا۔ (51)
- جوازِ قیاس کے لیے اس حدیث: **عن ابی هريرة قال لما توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم واستخلف ابو بکر بعده۔۔۔ فقال ابو بکر والله لا قاتلن من فرق بین الصلاة والزکاة۔۔۔** کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے زکوٰۃ کو صلوٰۃ پر قیاس کیا کیونکہ دونوں میں شرعی حکم کے اعتبار سے فرق نہیں کیا جاسکتا، یہ دونوں دینی احکام لازم وملزوم ہیں۔ قرآن مجید میں ان دونوں کی تعمیل کا حکم بیشتر مقامات (52) پر اکٹھا ذکر ہوا ہے۔ گویا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ قیاس کیا کہ اگر کل یہ لوگ نماز سے انکار کریں تو کیا خیال ہے اس وقت یہ مومن کہلائیں گے ؟ لہذا جب انکارِ صلاۃ قتال کا موجب ہے تو انکارِ زکوٰۃ پر بھی قتال کرنا درست ٹھہرا۔ (53)

اسی طرح احادیث کی شرح و توضیح کرتے ہوئے امام مازری نے جو مختلف فقہی اصول و قواعد بھی بیان کیے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

تخصیص العموم بالعادة اذا الغالب (54)

جب معاشرہ میں کسی حکم کو عرف عام کی حیثیت حاصل ہو جائے تو عام کی تخصیص ہو سکتی ہے۔ (بشرطیکہ شریعت کے اصولوں سے متصادم نہ ہو)

المطلق یردالی المقید اذا کان فی معنی واحد بلا خلاف (55)

مطلق کو مقید کی طرف لوٹایا جاتا ہے جب کہ دونوں کے معنی متحد ہوں۔

والقرآن لا يثبت بخبر الواحد (56)

قرآن حکیم کی کوئی قراءت خبر واحد کے ذریعے پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔

والقرآن اذا احتمل والاثر اذا لم يتواتر لم يصح القطع بذلك (57)

جب قرآن حکیم کے کسی لفظ میں کئی معانی کا احتمال ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی غیر متواتر اثر ہو تو وہ اس کے کسی مفہوم کے تعین کے لیے قطعی نہیں ہو گا۔

النصوص أولى من الظواهر (58)

ظاہری الفاظ و معانی کے مقابلے میں نصوص پر عمل زیادہ ضروری ہے۔

متعارض احادیث میں تطبیق

بظاہر دو متعارض یا مخالف مقبول احادیث میں امام مازریؒ نے جمہور علماء کا اتباع کیا ہے۔ یعنی اگر دو مقبول احادیث میں معنی و مفہوم کے اعتبار سے اختلاف نظر آتا تو ان متعارض احادیث کو اس طرح جمع کیا جائے گا کہ دونوں پر عمل درست ہو اور اگر اس طرح جمع ممکن نہ ہو تو دونوں احادیث پر زمانی اعتبار سے غور کیا جائے گا۔ سو جو فرمان پہلے ذکر ہوا وہ منسوخ ہو گا اور مؤخر حدیث ناسخ ہو گی۔ اگر نسخ بھی ممکن نہ ہو تو باسباب دیگر ترجیح دی جائیگی۔(59)

- حدیث : **أن النبى صلى الله عليه وسلم نام وأصحابه...** جبکہ ایک اور روایت میں ہے: **ان عينى تنا مان ولاينام قلبى** (60)۔ اس موقعے پر آپ علیہ الصلاۃ والسلام سوئے اور جب بیدار ہوئے تو سورج طلوع ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر قضا ہو گئی۔ مازری بیان کرتے ہیں کہ بعض اہلِ علم نے اس کی تاؤیل یہ کی ہے کہ اس میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی عمومی حالت کا ذکر ہے جیسا کہ حدیث الوادی میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا سونا بڑا شاذ و نادر تھا۔ بعض اہلِ علم نے **ولا ينام قلبى** کی یہ تاؤیل کی ہے کہ نیند کی آفات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب نہیں ہوتیں کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو نئے وضو کی ضرورت پڑے (حدث ہو) اور آپ علیہ الصلاۃ کو معلوم نہ ہو سکے۔

امام مازری اس مسئلہ میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث میں تناقض نہیں کہ ایک روایت میں یہ فرمانا ((**ان عينى تنامان**)) جیسا کہ یوم وادی کے دن ہوا کہ آپ کی

چشم مبارک سو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع سورج نہ دیکھ سکے جبکہ طلوع آفتاب کو دیکھنے کا عمل آنکھیں سرانجام دیتی ہیں نہ کہ دل۔(61)

- حدیث: أن عائشة لما توفی سعد بن ابی وقاص قالت: ادخلو ا به المسجد حتی اصلی علیه فانکر ذلک علیها فقالت والله لقد صلی رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ابن بیضاء فی المسجد سهیل وأخیه۔ مسجد میں نمازِ جنازہ کی ادائیگی کا جواز اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔امام مازریؒ فرماتے ہیں کہ سنن ابوداؤد کے ایک نسخہ میں مذکور حدیث: ان من صلی علی جنازة فی مسجد فلا شئی له یعنی جس نے مسجد میں نماز جنازہ ادا کی اس کے لیے کوئی ثواب نہیں یہ حدیث عائشہ کے معارض ہے۔امام مازریؒ اس تعارض کو یوں رفع کرتے ہیں کہ فلا شئی له اس کو کوئی ثواب نہیں بمعنی فلا شئی علیه اس پر کوئی وبال نہیں، بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ (وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا: الاسرا،۱۷/۷) میں فلها بمعنی فعلیها ہے۔ پس معلوم ہوا کہ نمازِ جنازہ مسجد میں ادا کرنے والے پر کوئی گناہ نہیں۔(62)

- حدیث: لا عدوی ولا صفر ولا هامة اور حدیث: لا یورد ممرض علی مصح میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کی رو سے کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی اور دوسرے فرمان رسول ﷺ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بیمار آدمی کو صحت مند آدمی کے پاس نہ لایا جائے مبادا مرض، صحت مند آدمی کی طرف منتقل نہ ہو جائے۔امام مازریؒ کہتے ہیں کہ یہ دونوں احادیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں کچھ اہلِ علم نے ان میں سے ایک حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن ہمارے اصحاب یعنی مالکیہ کے نزدیک حدیث لایورد ممرض علی مصح منسوخ نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں احادیث ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتیں جس کی وجہ سے نسخ کی ضرورت پیش آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے بیماری کے متعدی ہونے کی نفی اس لیے فرمائی کہ لوگ یہ اعتقاد نہ رکھیں کہ کچھ امراض طبعی طور پر ایسے ہیں کہ دوسرے افراد کو منتقل ہو سکتے ہیں۔ درحقیقت کسی مرض کے لاحق ہونے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ بیماری متعلقہ شخص کو لگتی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے مریض کو صحت مند کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے کہ امکان ہے کہ صحت مند شخص اس سے بیمار نہ ہو جائے لیکن اس کا بیمار ہونا قدرتِ الہیٰ سے ہے اس کا مریض کے پاس آنا تو محض ایک سبب بنا۔اہلِ علم نے یہ بھی کہا ہے کہ

مریض کے پاس جانے سے احتیاط کرنے سے مقصود لوگوں کو بداعتقادی کے گناہ سے بچانا ہے۔ اگر صحت مند آدمی بیمار کے پاس جانے سے بیمار ہو جائے اور وہ یہ سمجھنے لگے کہ مریض سے اسے مرض لاحق ہوا ہے تو اس بداعتقادی سے وہ گناہ گار ہو گا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ ایک احتیاطی تدبیر ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ مریض کو مبتلائے مرض دیکھ کر انسان طبعی طور پر جو تکلیف محسوس کرتا ہے اس سے بچایا جا سکے۔ ہمارے بعض مالکی علماء کہتے ہیں کہ اگر مریض کے پاس آنے والا صحت منداس سے اذیت محسوس کرے تو اس کا آنا درست نہیں اور اگر اسے اذیت نہ ہو تو آنا درست ہو گا۔([63])

عرب شاعری سے استشهاد

شرحِ حدیث میں امام مازری کے اسلوبِ بیان کی ایک اہم خصوصیت معانی و مفہوم پر بر محل اشعارِ عرب سے استشهاد ہے۔ اپنے تلامذہ کے سامنے انہوں نے حدیث کی وضاحت میں جس طرح بکثرت اشعارِ عرب ذکر کیے ہیں۔ اس سے عربی زبان و ادب میں ان کے رسوخ اور کامل واقفیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

- حدیث: **ان المیت لیعذب ببکاء أهله علیه۔** امام مازری اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مروجہ رسم کے ابطال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی کہ میت کے اہلِ خانہ کی آہ و بکا اور رونے سے اسے عذاب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں مرنے والا شخص یہ وصیت کرتا کہ اس پر خوب رویا جائے۔ اہلِ خانہ میت کی اس وصیت کو پورا کرتے ہیں تو اس عمل سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے۔ امام مازریؒ نے زمانہ جاہلیت میں مروجہ اس فعلِ قبیح پر معروف جاہلی شاعر طرفہ بن العبد کا یہ شعر بطور سند پیش کیا ہے۔

اذا مت فانعینی بما انا اهله وشقی علی الجیب یا ابنة معبد ([64])

اے معبد کی بیٹی جب میں مر جاؤں تو میرے شایان شان نوحہ کرنا اور اپنے اس نوحہ میں گریبان بھی چاک کرنا۔

- حدیث: **عن جابر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال: لکل داء دواء فاذا أصیب دواء برأ باذن الله۔** کی شرح کرتے ہوئے مازری فرماتے ہیں کہ ہر مرض کی دوا موجود ہے البتہ اگر کوئی مریض کسی دوا سے شفا نہ پائے تو اس کی وجہ طبیب کی طرف سے دوا کی مقدار یا

مرض کی تشخیص میں نقص ہو سکتا ہے اور بعض اوقات طبیب اس بیماری کے علاج سے آگاہ بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ شاعر حضرات کے کلام میں بھی ہے:

والناس يلحون الطبيب وانما　　غلط الطبيب اصابة المقدار (65)

لوگ طبیب کو برا بھلا کہتے ہیں دراصل طبیب سے مقدارِ دوا میں غلطی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے شفا نہیں ہوتی۔

• حدیث: **ان مثلی و مثل ما بعثنی الله به عزوجل۔۔۔ فشر بوامنها وسقوا و رعوا۔۔۔** امام مازری درج بالا طویل حدیث میں وارد الفاظ (**سقوا** اور **رعوا**) کے لغوی معنی کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دونوں الفاظ بالعموم ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں یعنی **سقيت واسقيت** پھر وہ اس معانی پر مشہور شاعر لبید بن ربیعہ (م ۴۱ھ) کے ایک شعر سے استشھاد کرتے ہیں:

سقى قومى بنى مجد وأسقى　　نميراً، والقبائل من هلال

شاعر اپنی قوم کی فیاضی بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ: میری قوم نے بنو مجد کو سیراب کیا اور اسی طرح بنو نمیر اور بنو ھلال کے دیگر قبائل کو بھی۔

اسی طرح **رعوا** اور **أرعت** بھی مترادف معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ (**ورعوا**) **رعت الماشية۔۔۔** یعنی جانور نے سبزہ کھالیا (چر لیا) **وأرعا ها الله** یعنی اللہ نے اسے کھلا دیا۔ (66)

کلامی مباحث

امام مازری فرق باطلہ کے سخت مخالف تھے لہذا وہ احادیث جن سے کلامی مباحث کا استنباط ممکن ہے وہ ان کو زیرِ بحث لاتے ہیں، مثلاً درج ذیل حدیث کی شرح کرتے ہوئے مختلف فرق باطلہ کے عقائد کا یوں ردّ کرتے ہیں:

● حدیث: ((**من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله دخل الجنة**)) کی شرح میں اہلِ شہادتین میں سے جو نافرمانی کا مرتکب ہو اس کے بارے میں اختلاف رائے کا ذکر کرتے ہوئے امام مازری کہتے ہیں کہ مرجئہ کے نزدیک معصیت سے ایمان کو نقصان نہیں پہنچتا اور خوارج کے بقول معصیت سے ایمان کو نقصان ہوگا جو ایمان کو ختم کر دے گا۔ معتزلہ کے مطابق کبیرہ معصیت کی صورت میں وہ آگ میں ہمیشہ رہے گا اور مومن و کافر کی درمیانی منزل پر ہوگا لہذا وہ مومن اور کافر کے بجائے فاسق کہلائے گا۔

اشاعرہ کا موقف یہ ہے کہ وہ معصیت کے ارتکاب کے باوجود مومن رہے گا خواہ اس نے اس گناہ پر معافی نہ مانگی ہو البتہ وہ تکلیف و عذاب میں مبتلا کیا جائے گا پھر اسے عذاب سے نجات دے دی جائے گی اور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ حدیث خوارج اور معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔

مرجئہ اپنے قول کی صحت پر حدیث کے ظاہری الفاظ بطور دلیل پیش کرتے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ حدیث کے الفاظ میں یہ مفہوم موجود ہے کہ معصیت کے مرتکب کو معاف کر دیا جائے گا اور شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے وہ آگ سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ ((**دخل الجنة**)) سے مراد یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی کی سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حدیث کی یہ تاؤیل لازمی ہے کیونکہ بہت سی نصوص ایسی ہیں جن میں نافرمانوں کو سزا دیئے جانے کا ذکر موجود ہے۔ اس حدیث کا یہی مفہوم ہو گا جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے بصورتِ دیگر حدیث میں دی گئی یہ خبر شریعت اور دینی تعلیمات کے متناقض ہو گی۔ حدیث میں وارد لفظ (**وهو يعلم**)) غالی مرجئہ کے قول پر ردّ ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ شہادتین کا اقرار کرنے والا جنت میں داخل ہو گا خواہ وہ دل سے تسلیم نہ کرتا ہو جبکہ ایک اور روایت میں ((**غير شاك**)) کی قید ہے۔ یہ روایت بھی ہمارے مسلک کی تائید کرتی ہے۔([67])

- حدیث: **عن عبادة بن الصامت قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في مجلس فقال تبا يعوني على--- فأمره الى الله ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه۔**
مازری فرماتے ہیں کہ اس روایت سے خوارج کے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہے کہ گناہ کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے اور یہ معتزلہ کے عقیدہ پر بھی ردّ ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایک عادی فاسق جس کی موت کبیرہ گناہ پر ہوئی ہو اور اس نے توبہ نہ کی ہو تو وہ ضرور سزا کا مستحق ہو گا۔ یہ حدیث (معتزلہ کے خلاف) دلیل ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ان معاصی کا ذکر فرمایا کہ ان کے مرتکب کا معاملہ اللہ کے ہاتھ ہو گا چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ ضرور عذاب دے گا۔([68])

- **كتاب الصحابة باب من فضائل ابى بكر الصديق رضى الله عنه** کی حوالے سے درج ذیل دو احادیثِ مبارکہ (الف) ((**عن ابن ابى مليكة سمعت عائشة وسئلت: من كان رسول الله صلى الله عليه وسلم مستخلفاً-- الى هذا**)) (ب)

((عن عروۃ عن عائشۃ قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ ادعی لی ابا بکر۔۔۔ الا ابا بکر)) کی شرح میں مسئلہ امامت پر روشنی ڈالتے ہوئے مازری کہتے ہیں کہ اس معاملے میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد خلافت کا حقدار کون ہے؟ اہلِ سنت حضرات ابو بکر صدیق جبکہ شیعہ حضرات، حضرت علیؓ کو خلافت کا حقدار سمجھتے اور راوندیہ کا موقف حضرت عباسؓ کے حقِ خلافت کے بارے میں ہے۔ پس جنہوں نے اس مسئلہ میں اہلِ سنت کی مخالفت کی ہے وہ قرابت کی بنیاد پر فرد کو ترجیح دیتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ سے قرابت و مصاہرت کے رشتے کی بناء پر زیادہ حقدار ہیں نیز حضرت علیؓ میں علم و شجاعت کا وصف بھی ظاہر اور نمایاں ہے۔ جبکہ بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عباسؓ حقِ وراثت میں حضرت علیؓ کی نسبت قرابت میں اولیٰ ہونے کے سبب خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

اہلِ سنت ان حضرات کی دلیل کا انکار کرتے ہیں کیونکہ مجرد قرابت، خلافت کو لازم نہیں کرتی۔ بلکہ دین و علم میں بلند مرتبہ اور دیگر اوصاف جنہیں علما نے کتبِ امامت (69) میں درج کیا ہے۔ وہ اوصاف ہی کسی شخص کے حق میں خلافت کو لازم کرتے ہیں۔ اسی موقف کی تائید اس ارشاد باری تعالیٰ سے بھی ہوتی ہے: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلۡأَرۡضِ خَلِيفَةً﴾ البقرۃ، ۲/ ۳۰) اور اسی طرح فرمایا (إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًاۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِيۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِي ٱلظَّٰلِمِينَ: البقرۃ ۲/ ۱۲۴)

اور جہاں تک غالی شیعہ حضرات کا یہ قول ہے کہ حضرت علیؓ نبی اکرم ﷺ کے وصی ہیں تو یہ قول باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں باتفاق صحابہ ولایت ثابت ہو گئی تو اس سے ان کی امامت بھی لازم ہو گئی۔ ہمارے ائمہ محققین کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیقؓ کی امامت پر یہ حدیث نصِ قاطع نہیں ہے۔ کیونکہ اگر نص قاطع ہوتی تو حضرت ابو بکرؓ کی امامت کے وقت چند صحابہ میں امام کے بارے میں جو اختلاف ہوا اور وہ اس حوالے سے تردد کا شکار ہوئے اور ازاں بعد انہیں اپنی رائے پر جزم و پختگی حاصل ہوئی تھی تو یہ معاملہ نہ ہوتا اور حدیث مبارکہ کے الفاظ ((ویأبی اللہ والمومنون الا ابابکر)) واضح طور پر امامتِ ابو بکر صدیق پر نص قاطع نہیں ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں وارد ان دیگر ظاہری شواہد اور امثال کی طرح ہیں جن سے

قطعی طور پر نہ تو ان کا حقِ خلافت اور نہ ہی اس کے برعکس واضح نص کی حیثیت میں بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔(70)

* حدیث: **عن علی قال کنافی جنازۃ فی بقیع الغرقد فاتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقعد و قعدنا حولہ۔۔۔ (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَىٰ وَٱتَّقَىٰ .... فَسَنُيَسِّرُهُۥ لِلْعُسْرَىٰ: اللیل، ۹۲/۵۔۱۰)** کتاب القدر میں درج بالا روایت کی شرح کرتے ہوئے امام مازری نے معتزلہ کی تردید اور اہلِ سنت کی موقف کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ معتزلہ ہم پر طعن کرتے ہیں کہ جب تم کہتے ہو کہ اللہ نے عاصی کو معصیت کے لیے ہی پیدا کیا ہے تو پھر اللہ اسے اس بات پر کیوں عذاب دے گا جبکہ اسے پیدا ہی معصیت پر کیا گیا اور معصیت کو ہی اس کے لیے مقدر کیا گیا لہذا انسان کو مکلف بنانے کا کیا فائدہ؟ اور انسان سے کیونکر اس فعل کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ فعل (یعنی خیر) اس کے لیے بنایا ہی نہیں گیا۔

(معتزلہ کو ہمارا جواب یہ ہے کہ) جب ایک صحابی کو آنحضور ﷺ کے ارشاد سے عمل کے فائدے کے بارے میں شک ہوا تو آپ ﷺ نے اسے جواب دیا اور اس کا اعتراض دور کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہ نہیں فرمایا کہ وہ اپنی بات میں صحیح ہے بلکہ آپ ﷺ نے اسے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ سعید لوگوں کے لیے نیک عمل کرنا آسان کر دیتا ہے۔ اور شقی کے لیے بُرے اعمال کرنا آسان کر دیتا ہے۔ اور بطور تائید آپ ﷺ نے سورۃ اللیل کی مندرجہ بالا آیات تلاوت فرمائیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بذات خود خبر دی ہے کہ جب وہ کسی بندے کے حق میں شقی ہونا مقرر کر دیتا ہے تو اس کے لیے بُرے اعمال کرنے میں بھی سہولت پیدا فرما دیتا ہے اور اسے ایسے اسباب بھی مہیا ہو جاتے ہیں جو اسے ارتکاب معاصی تک لے جائیں۔ پس انسان ہمارے نزدیک مکتسب بفعلہ ہے نہ کہ مجبورِ محض۔ اور کسب کا مطلب فعل کی کوشش کرنا ہے اس بارے میں کتب اصول میں بحث موجود ہے۔ اور یہ بات بعید از عقل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو جنت یا جہنم کا حقدار ٹھہرنے کی بنیاد بنایا ہے اور ہر بندے کے بارے میں جو فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے اسی کے مطابق اعمال اس کے لیے کرنا آسان کر

دیاہے اور یہاں ان باتوں کے کرنے کی غرض یہ ہے کہ معتزلہ جس انداز سے ہم پر قدح کرتے ہیں وہ درست نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے سائل نے جب سوال کیا توآپ ﷺ نے اس کی بات اور سوال کو درست قرار نہیں دیا بلکہ اسے جواب دیا جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ سائل کا مقصد علم حاصل کرنا تھا، اس کا مقصد فرمانِ رسول ﷺ پر اعتراض، اس کی تردید یا اس پر شک وشبہ کا اظہار کرنا نہیں تھا جب کہ معتزلہ کے سوالات سے اعتراض و تشکیک کا پہلو سامنے آتا ہے۔(71)

المعلم کے جائزے سے یہ بات سامنے آئی کہ یہ کتاب فقط امام مسلم کی **الجامع الصحیح** کی شرح ہی نہیں بلکہ تمام علومِ نقلیہ وعقلیہ کا خوبصورت مرقع اور مجموعہ ہے جس میں امام مازریؒ نے فنِ حدیث، فقہ، اصول فقہ، لغت اور علم الکلام کے مباحث کو ایک ایسے خوبصورت اور جامع انداز میں پیش کیا ہے کہ قاری کو اس کتاب سے بہت سے علوم وفنون سے تعارف واستفادے کا موقع مل جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ امام مازری کی نسبت مازر کی طرف ہے جو صقلیہ کا ایک شہر تھا۔امام مازری کے اجداد مازر سے تعلق رکھتے تھے۔ صقلیہ میں سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے اس دور میں امام مازری کا خاندان تونس کے اہم شہر مھدیہ منتقل ہو گیا اور اسی کو اپنا مستقر بنالیا۔(حسن حسنی عبدالوھاب، **الامام المازری**، ۵۰، دارالکتب الشرقیۃ تونس، ۱۹۵۵؛ مازر اور صقلیہ کے لیے دیکھیے: **معجم البلدان**،۵/۴۰؛ ۳/۴۱۶، داراحیاء التراث العربی، بیروت،۱۹۷۹ء/ ۱۳۹۹ھ)

[2]۔ امام مازری کے تذکرہ نگاران کے سال وفات پر متفق ہیں لیکن بالعموم سال ولادت کا ذکر نہیں کرتے۔ابن خلکان (م۶۸۱ھ)، امام ذھبی (م۷۴۸ھ)، ابن فرحون (م۷۸۹ھ)، ابن العماد الحنبلی (م۱۰۸۹ھ) وغیرھم نے لکھا ہے کہ انہوں نے تراسی (۸۳) سال عمر پائی، اس حساب سے ان کا سال پیدائش ۴۵۳ھ بنتا ہے۔ عصر حاضر کے مؤلفین میں عمر رضا کحالہ، خیر الدین زرکلی وغیرہ نے بھی یہی سال لکھا ہے۔(**وفیات الأعیان**، ۴ / ۲۸۵، مطبعہ امیر، قم؛ **سیر أعلام**، ۲۰ / ۱۰۵، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء؛ **الدیباج**، ۲۷۴-۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۶ء؛ **شذرات الذھب**، ۴/۱۱۴، دار المسیرۃ، بیروت، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۷۹ء؛ **معجم المؤلفین**، ۱۱/۳۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت؛ **الأعلام**، ۶/۲۷۷، دارالعلم للملایین، بیروت، ۱۹۹۷ء

3۔ مھدیہ، تونس کے مشرقی ساحل پر سوس اور سفقص کے درمیان ایک جزیرہ نما شہر جو پہلے فاطمی خلیفہ عبید اللہ المھدی (۲۹۷ھ۔۳۲۲ھ) نے ۳۰۰ھ میں بسایا اور اُسی کی نسبت سے مشہور ہوا۔ (**معجم البلدان**، ۵ / ۲۲۹) امام مازری کی ولادت اور ابتدائی نشو و نما کے بارے میں قطعی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے۔ ظنِ غالب ہے کہ وہ افریقہ کے شہر مھدیہ یا قیروان میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم و تربیت مھدیہ میں ہوئی۔ مصادر کے تتبع سے ان کے کسی ایسے شیخ کا تعین نہ ہو سکا جو مازر سے ہو۔

4۔ امام مازری کے عرصہ حیات میں زیری صنہاجی خاندان بر سرِ اقتدار رہا۔ معز (۴۰۶ھ۔۴۵۴ھ) کے دور میں پیدا ہوئے اور آخری امیر حسن بن علی (۵۱۵ھ۔۵۴۳ھ) کے دور میں خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ امام مازری نے اپنی زندگی میں افریقہ اور اندلس میں کئی سیاسی اتار چڑھاؤ دیکھے، البتہ وفات کے وقت مھدیہ کے حالات نسبتاً پُرسکون تھے۔ مغرب و افریقہ کی تاریخ کے سرسری جائزے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ جب افریقہ مسلمانوں کے زیرِ اقتدار آیا تو وہاں کے معروف بعض بربر اور عرب خاندان مختلف علاقوں میں بر سرِ اقتدار رہے جن کے درمیان بالعموم سیاسی رسہ کشی جاری رہتی۔ بربر کا ایک مشہور قبیلہ صنھاجہ، جو دو ذیلی خاندان بنو زیری صنھاجی اور بنو حماد پر مشتمل تھا، نے شمالی افریقہ کے مختلف شہروں میں فاطمی خلفاء کے نائب کے طور پر حکومت کی۔ بنو زیری کا پہلا نائب حکمران یوسف بلقین بن زیری (۳۶۱ھ۔۳۷۳ھ) تھا جس کا صدر مقام قیروان تھا۔ معز کی تعلیم و تربیت سنی عقیدے کے مطابق ہوئی تھی لہذا وہ رافضی شیعی عقائد کو ناپسند کرتا تھا اور یہی احساسات عوام کی اکثریت کے تھے۔ معز نے فاطمی اثر و رسوخ سے نجات حاصل کرنے کا برملا اعلان کیا اور منبر و مساجد سے تبری بند ہوا۔ دیگر عقائد باطلہ کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی۔ ابنِ خلدون لکھتے ہیں: **كان المعز منحرفاً عن مذاهب الرافضة ومنتحلاً للسنة، فاعلن لأول ولايته ولعن الرافضة ---** (**كتاب العبر وديوان المبتدا**، ٦ / ١٨٧، دار الكتب العربية، بيروت، ۲۰۰۳ء / ۱۴۲۴ھ): جواب میں مصر کی فاطمی حکومت نے دو عرب جنگجو قبائل بنو سلیم اور بنو ھلال کے ذریعے قیروان پر حملہ کرایا۔ ان قبائل کا حملہ بنو زیری کے لیے مصیبتِ عظمیٰ ثابت ہوا۔ قیروان کو تباہ و برباد کر دیا گیا حتیٰ کہ خود المعز کو مھدیہ میں پناہ لینی پڑی۔ قیروان کی تمدنی و سیاسی زندگی شدید متاثر ہوئی جس کے نتیجے میں عوام اور اہلِ علم کی ایک بڑی تعداد افریقہ کے مختلف شہروں مثلاً تونس اور مھدیہ وغیرہ میں منتقل ہونے پر مجبور ہوئی۔ تونس منتقل ہونے والے اہلِ علم میں نمایاں ابو الحسن اللخمی (م ۴۷۸ھ) اور عبد الحمید بن محمد الصائغ (م ۴۸۶ھ) تھے۔ انہوں نے مھدیہ کو دینی و علمی خدمات کا مرکز بنایا اور سنی عقائد کی تشہیر و ترویج میں مصروف ہو گئے۔ امام مازری نے ان کبار شیوخ سے علومِ نقلیہ و عقلیہ کی تحصیل کی اور بہت جلد ان میں رسوخ حاصل کر لیا۔ تونس میں علم حدیث اور فقہ مالکی کی علمی سند کی روایت امام مازری اور ان کے تلامذہ کے توسط سے بغیر کسی انقطاع کے آٹھویں صدی ہجری کے آخر تک جاری رہی، جن میں نمایاں شیخ الشیوخ ابن عرفہ (م ۸۰۳ھ) تھے۔ (مأخوذ: ابن العذاری المراکشی، **البیان المغرب فی أخبار المغرب و الاندلس**، ۱ / ۲۲۸۔۳۰۸، بیروت، ۱۹۸۳ء؛ ابنِ خلدون، **كتاب العبر**،

٦ / ١٣۔١٦، ١٨٣۔١٨٧؛ احمد مختار العبادی، فی تاريخ المغرب والاندلس، ١٢۔١٦، دارالنهضه العربيه، بیروت؛الامام المازری، ٣٤۔٣٦)

5۔ الديباج، ٣٧٥؛الذهبی، سير أعلام، ٢٠ / ١٠٤؛ محمد مخلوف، شجرة النور، ١ / ١٢٧، مطبعه سلفيه، قاہرہ، ١٣٤٩ھ ؛ابوعبدالله محمد بن عبدالملک المراکشی، ذيل تكملة، ٥ / ii / ٥٧١، دارالثقافه، بیروت۔

6۔ محمد الشاذلی محقق المعلم کے بقول وہ مغرب میں بذریعہ اجازت اہلِ علم کو مستفید کرنے میں مشرق کے ابو طاہر السلفی کے ہم پلہ ہیں۔(المعلم، ١/٦٦)

7۔ سير أعلام، ٢٠ / ١٠٦؛شجرة النور، ١ / ١٢٧، ١٤٣۔١٥٢

8۔ الديباج، ٣٧٥؛سير أعلام، ٢٠ / ١٠٦

9۔ المعيار، ٦ / ١٢١، طبع فاس بحوالہ الامام المازری، ٥٦

10۔ الصفدی، الوافی بالوفيات، ٤ / ١٥١ بحوالہ المعلم (مقدمہ)، ١/١٠٠

11۔ المعيار، ٦ /١٢١ بحوالہ الامام المازری، ٥٦

12۔ قاضی عیاض، الغنية، ٦٥

13۔ شجرة النور، ١ / ١٢٧

14۔ وفيات الأعيان، ٤ / ٢٨٥

15۔ الديباج، ٣٧٥

16۔ تاريخ الاسلام، ٣٦ /٤٢٥

17۔ ازهار الرياض، ٣ / ١٦٦، مطبعہ فضالہ۔

18۔ شذرات، ٤ / ١١٤

19۔ تاريخ الاسلام، ٣٦ / ٤٢٤؛سير أعلام، ٢٠ / ١٠٦؛شجرة النور، ١ / ١٢٧؛الديباج، ٣٧٥؛معجم المؤلفين، ١١ / ٣٢

20۔ مھدیہ اور سوسہ کے درمیان ایک بستی جو صالحین اور مجاہدین کا مسکن تھی۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے مکینوں کی اکثریت نسلاً قریشی تھی۔ اہل قیروان اپنے صدقات واموال مرابطین اور مجاہدین کے لیے یہاں بھیجا کرتے تھے۔ اس کی اہمیت وعظمت کے بارے میں متعدد روایات بیان کی گئی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق افریقہ کا یہ ساحلی علاقہ جنت کا ایک دروازہ ہے۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ بارہویں صدی ہجری کے آخر میں سمندری طوفان آیا جس کی تیز وتند لہروں نے وہاں مدفون امام مازری اور بعض دوسرے صالحین کی قبروں کو متاثر کیا۔ حسینی خاندان کے اس وقت کے امیر نے امام مازری اور دوسرے صالحین کے جسدِ خاکی کو مقبرہ منستیر منتقل

کرنے کا حکم دیا۔ (شجرة النور، ۱ / ۱۲۸؛ معجم البلدان، ۵ / ۲۰۹؛ ماخوذ: الامام المازری، ۹۵۔۹۶؛التجانی،رحلة،۲۵۔۳۲،شرکہ الجدیدہ تونس،۱۹۸۰ء)

21۔ وفیات، ۴ / ۲۸۵؛ الدیباج، ۳۷۴؛ شجرة النور، ۱ / ۱۲۷؛ النجوم الزاهرة، ۵ / ۲۶۹؛ شذرات،۴ / ۱۱۴؛ابن فہد،ذیل تذکرة الحفاظ،۵۲،دارالکتب العلمیہ،بیروت،۲۰۱۲ء

22۔ یہ شرح شیخ محمد الشاذلی النیفر کی تحقیق کے ساتھ الموسسۃ الوطنیہ بیروت سے ۱۹۹۱ء میں شائع ہو چکی ہے۔ راقمہ نے اسی طبع (edition) سے استفادہ کیا ہے۔

23۔ میسر مصادر میں صحیح مسلم کی کسی ایسی کتاب/شرح کا ذکر نہیں ملتا جو پوری کتاب پر مشتمل ہو البتہ چند ایسی شروح کا ذکر ضرور ملتا ہے جو اسکے کسی خاص پہلو یا کسی خاص کتاب پر مشتمل تھی۔ مثلاً ابو الحسن عبد الغافر فارسی (م۵۲۹ھ) کی المفهم فی شرح غریب مسلم، ابو القاسم اسماعیل بن محمد (م۵۳۵ھ) کی شرح الصحیحین (مکمل نہ کر سکے اور اب مفقود ہے)، محمد بن احمد التجیبی کی شرح خطبة الکتاب مع کتاب الایمان، عبدالسلام بن ابو عبدالرحمٰن (م۵۳۰ھ) کی الارشاد فی شرح مسلم وغیرہ۔

24۔ اکمال المعلم،۱ / ۷۲،دارالوفاء منصورہ، قاہرہ،۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء

25۔ المعلم،مقدمۃ المحقق،۱ / ۲۶۹

26۔ ابن الابار،تکملة الصلة،۲ / ۳۱۲،دارالفکر بیروت،۱۴۱۵ھ

27۔ المقدمة،۴۱۱،دارالکتاب العربی،۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء

28۔ امام مازری نے دورانِ شرح متنوع علوم پر بنیادی مصادر کو بڑی مہارت سے استعمال کیا ہے۔انہوں نے بعض ایسے بنیادی مصادر کی بھی نشاندہی کی ہے جو دستِ بردِ زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو چکے ہیں لیکن انہوں نے ایسے مؤلفین اور ان کے بعض اقوال و روایات کو المعلم میں محفوظ کر دیا ہے جو ہمارے لیے نعمتِ عظمیٰ سے کم نہیں۔

29۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:المعلم، مقدمة المحقق،۱ / ۱۶۲۔۱۷۸

30۔ المعلم،۱ / ۲۷۱

31۔ مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء و الصلاة عقبه، حدیث:۵۴۵؛ المعلم، ۱/۳۴۹

آئندہ حوالہ جات میں امام مسلم کی الجامع الصحیح کے لیے الجامع استعمال کیا جائے گا اور حدیث کی ترقیم اور ابواب کے عنوانات، دارالسلام ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء کے طبع سے لیے گئے ہیں۔

32۔ الجامع، کتاب الصلوٰۃ، باب الجمع بین الصلوتین، حدیث: ۱۶۳۲؛ المعلم، ۱/۴۴۷؛ الجامع کے زیرِاستعمال نسخہ میں ابو طفیل عامر بن واثلہ ہی ہیں۔

33۔ الجامع، کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الأخذ بغیر سؤال ولا تطلع لمن اعطی، حدیث: ۲۴۰۵،۲۴۰۷؛المعلم،۲/۲۸۔۲۹

34۔ الجامع، کتاب الصیام، باب صوم یوم عاشوراء، حدیث: ۲۶۶۰؛المعلم، ۲/۵۷؛ صحیح مسلم کے زیرِاستعمال نسخہ میں بھی ابن نمیر ہی ہے۔

35۔ الجامع، کتاب البیوع، باب الشفعۃ،حدیث:۴۱۳۷؛المعلم،۲/۳۳۱

36۔ تصحیف اس تغیر و تبدیلی کو کہتے ہیں جس میں خطا ہو۔ یہ غلطی متن اور سند دونوں میں ہو سکتی ہے۔ اس مقام پر سند میں غلطی ہوئی ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: ڈاکٹر خالد علوی، اصول الحدیث: مصطلحات و علوم، ۱/ ۶۱۶۔۶۲۷،الفیصل ناشران لاہور،۲۰۱۴ء

37۔ الجامع، کتاب البیوع، باب قدر الطریق،حدیث:۴۱۳۹؛ المعلم،۲/۳۳۱

38۔ الجامع، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی، حدیث: ۴۴۳۱؛ المعلم، ۲/۳۹۴۔ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: الجامع ،کتاب الایمان، باب الامر بالایمان باللّٰہ ورسوله۔۔۔، حدیث: ۱۲۰؛ المعلم، ۱/۲۸۸؛ الجامع ،کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ بعد التشهد، حدیث: ۹۱۰؛ المعلم، ۱/۳۹۶؛ الجامع ،کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه، حدیث: ۲۱۵۷؛المعلم،۱/۴۸۵؛ الجامع ،کتاب البیوع، باب تحریم الاحتکار فی الاقوات، حدیث: ۴۱۲۴؛ المعلم،۲/۳۲۳؛ الجامع، کتاب الامارۃ، باب کراهة الامارۃ بغیر ضرورۃ،حدیث:۴۷۱۹؛المعلم،۳/۵۵۔۵۶

39۔ الجامع،کتاب الایمان، باب بیان أنه لا یدخل الجنة،حدیث:۱۹۶؛ المعلم،۱/۲۹۳

40۔ الجامع، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق،حدیث:۲۱۱؛ المعلم،۱/۲۹۴

41۔ الجامع،کتاب الصلوۃ، باب وجوب قرا ء ۃ۔۔۔،حدیث:۸۷۶؛ المعلم،۱/۳۹۴

42۔ الجامع،کتاب الصلاۃ، باب الأوقات التی نهی۔۔۔،حدیث:۱۹۲۵؛ المعلم،۱/۴۶۵

43۔ الجامع،کتاب الحج، باب سفر المرأۃ۔۔۔ حدیث:۳۲۶۲؛ المعلم،۲/۱۱۰۔۱۱۱

44۔ الجامع،کتاب اللباس، باب تحریم استعمال۔۔۔،حدیث:۵۴۰۹؛ المعلم،۳/۱۲۹۔مزید مثالوں کے لیے دیکھیے:

الجامع، کتاب الایمان، باب معرفة الایمان والاسلام، حدیث ۹۳؛ المعلم، ۱/۲۷۷؛ الجامع، کتاب النکاح، باب استحباب نکاح البکر، حدیث: ۳۶۴۱؛ نکاح ذات الدین، حدیث: ۳۶۳۵، ۳۶۳۶؛ المعلم، ۲/ ۱۸۰-۱۸۱ ؛ الجامع، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد و الرباط، حدیث۴۸۸۹؛المعلم، ۳/۵۹

45۔ الجامع،کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء،حدیث: ۵۳۴ ؛ المعلم،۱/۳۴۷-۳۴۸

46۔ الجامع،کتاب الصلاة، باب ما یقال فی الرکوع والسجود،حدیث: ۱۰۹۰؛المعلم،۱/۴۰۴

47۔ ابوداؤد،السنن،کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر،حدیث ۲۹۱۲

48۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،نیل الاوطار ،۶/۱۶۰،بیت الافکار، لبنان ۲۰۰۴ء

49۔ ابو داؤد، السنن،کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر، حدیث ۲۹۱۲، نشر و توزیع، محمد علی السید،۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

50۔ الجامع،کتاب الفرائض، حدیث: ۴۱۴۰؛ المعلم،۲/۳۳۳-۳۳۵
عصرِ حاضر میں اختلاف دین کے باعث غیر مسلم اقرباء کی وراثت کے مسئلہ نے بھی بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے لہٰذا یہ مسئلہ اسلامی دنیا کی معروف افتاء کمیٹیوں کے زیر بحث آچکا ہے۔ معروف عالم وفقیہ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی اور یورپی افتاء کونسل کے دیگر اراکین کی طرف سے دیئے گئے فتویٰ میں غیر مسلم اقرباء کی وراثت سے حصہ لینے کا جواز موجود ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ امام مازری کو بھی اپنے گرد و پیش رہائش پذیر مختلف ملتوں کے افراد کو پیش آنے والے مسائل میں سے اس مسئلہ کا ادراک تھا سو وہ اس مسئلہ میں مالکی مسلک کو بدلائل ترجیح دیتے نظر نہیں آتے بلکہ مختلف مذاہب کے نقطہ ہائے نظر بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔
غیر مسلم ریاستوں میں مقیم مسلم اقلیت کو شرعی معاملات میں متعدد مسائل کا سامنا ہے۔ الحمد للہ ہمارے فقہاء اور اہلِ علم نے اس کی طرف بھرپور توجہ دی ہے، یورپ اور دیگر مغربی ممالک میں مقیم مسلمانوں کو پیش آمدہ مسائل اور ان کے حل سے روشناس ہونے کے لیے درج ذیل مقالہ مفید ہو سکتا ہے۔
ڈاکٹر نصرت جبیں، فقه الاقلیات کے مطالعے کے جدید رجحانات، غیر مطبوع پی ایچ ڈی مقالہ، ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی،۲۰۰۸ء

51۔ الجامع،کتاب الایمان، باب لا ترجعوا بعدی کفارا--- حدیث:۲۲۵؛ المعلم،۱/۲۹۷

52۔ البقرة، ۲/ ۸۳، ۱۱۰، ۲۷۷؛ النساء، ۴/ ۷۷؛ التوبة، ۹/ ۵، ۱۱، ۷۱؛ المائده، ۵ / ۵۵؛ النور، ۲۴ / ۵۶؛ المزمل، ۷۳/ ۲۰؛ النمل، ۲۷ / ۳ اور دیگر مقامات

53۔ الجامع،کتاب الایمان، باب الامر بقتال الناس۔۔۔ حدیث:۱۲۴؛ المعلم،۲۸۸/۱

54۔ الجامع، کتاب الطھارة، باب حکم ولوغ الکلب،حدیث:۶۴۸۔۶۵۳؛**المعلم**،۳۶۲/۱

55۔ الجامع، کتاب الزکوٰة، باب ما فیه العشر۔۔۔،حدیث:۲۲۷۲؛**المعلم**،۷/۲

56۔ الجامع،کتاب النکاح، باب نکاح المتعه،حدیث: ۳۴۱۶،۳۴۲۲۔۳۴۲۳،۳۴۲۶،۳۴۲۷؛المعلم،۱۳۱/۲

57۔ الجامع،کتاب البیوع، باب تحریم الظلم۔۔۔، حدیث:۴۱۳۷؛المعلم،۳۳۰/۲

58۔ الجامع، کتاب العتق، باب فضل عتق الوالد، حدیث:۳۷۹۹؛ **المعلم**، ۲۳۱/۲۔۲۳۲؛ فقہی مسائل سے متعلق مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: الجامع،، کتاب الطھارة، باب حکم و لوغ الکلب، حدیث:۶۴۸۔۶۵۳؛المعلم،۳۶۲/۱؛الجامع، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة،حدیث : ۳۴۱۶۔۳۴۱۸، ۳۴۲۲۔۳۴۲۶؛ المعلم، ۲ /۱۳۰۔۱۳۱؛ الجامع، کتاب الجنائز ، باب فی التکبیر علی الجنازه، باب الصلوة علی القبر، حدیث: ۲۲۰۴۔۲۲۰۵،۲۲۰۷، ۲۲۱۲، ۲۲۱۶؛ المعلم، ۱ /۴۸۸۔۴۸۹؛ الجامع، کتاب الطہارة، باب طھارة جلود المیتة بالدباغ، حدیث: ۸۰۶؛المعلم،۳۸۰/۱

59۔ اسباب ترجیح کے لیے ملاحظہ کیجئے: السیوطی، بن ابو بکر، جلال الدین عبدالرحمٰن، تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ۱۷۵/۲۔۱۸۱ ،دارالکتاب العربی، بیروت الطبعۃالاولیٰ،۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء

60۔ الجامع، کتاب الصلاة، باب صلاة اللیل۔۔۔ حدیث:۱۷۲۳

61۔ الجامع، کتاب الصلاة، باب قضاء الصلاة الفائتة۔۔۔ حدیث: ۱۵۶۲۔ ۱۵۶۴ ؛ المعلم، ۴۳۸/۱۔۴۳۹

62۔ الجامع،کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد،حدیث:۲۲۵۴؛المعلم، ۴۹۱/۱۔۴۹۲

السنن ابوداؤد میں بروایت ابوہریرہؓ یہ حدیث بھی مروی ہے: من صلی علی جنازة فی المسجد فلا شئ علیه۔ جس نے مسجد میں نمازِ جنازہ ادا کی اس پر کوئی گناہ نہیں۔السنن،کتاب الجنائز، باب الصلاة علی الجنازة فی المسجد،۵۳۱/۳، رقم الحدیث ۳۱۹۱، حمص الطبعۃالاولیٰ ۱۹۷۱ء

63۔ الجامع، کتاب الطاعون، باب لا عدوی ولا طیر۔۔۔، حدیث: ۵۷۸۸؛ لا یورد ممرض علی مصح، حدیث: ۵۷۹۱، ۵۷۹۲؛ المعلم، ۱۷۶/۳؛ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: الجامع، کتاب

الایمان، باب قوله علیه السلام نور انّی أرأه۔۔۔، حدیث: ۴۴۳۔۴۴۴؛ المعلم، ۱/ ۳۳۴۔۳۳۵

64۔ الجامع،کتاب الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أهله علیه،حدیث:۲۱۴۲؛المعلم،۱/۴۸۴

65۔ الجامع،کتاب السلام، باب لکل داء دواء ۔۔۔، حدیث:۵۷۴۱؛المعلم،۳/۱۶۸

66۔ الجامع، کتاب الفضائل، باب بیان مثل ما بعث النبی صلی الله علیه وسلم۔۔۔ حدیث: ۵۹۵۳؛ المعلم، ۳/۲۱۵؛ مزید مثالوں کے لیے دیکھیے: الجامع، کتاب الطهارة، باب التیمم، حدیث: ۸۱۶؛المعلم، ۱/ ۳۸۳؛ الجامع، کتاب الایمان، باب الاسراء، حدیث: ، ۴۱۵، ۴۲۰۔۴۲۳؛ المعلم ،۱/ ۳۳۰، ۳۳۱؛کتاب الحج، باب سفر المرأة، حدیث: ۳۲۶۳؛ المعلم، ۲/ ۱۱۱؛ الجامع، کتاب اللباس والزینة، باب تحریم۔۔۔ استعمال الحریر علی الرجال وابا حته للنساء، حدیث:۵۴۲۱، ۵۴۲۲؛المعلم،۳/۱۳۰

67۔ الجامع،کتاب الایمان، باب الدلیل علی۔۔۔،حدیث:۱۳۶؛ المعلم،۱/۲۸۹۔۲۹۰

68۔ الجامع،کتاب الحدود، باب الحدود کفارات لا هلها،حدیث:۴۴۶۱؛المعلم،۲/۳۹۸

69۔ حاکم و قاضی کی صفات کے لیے دیکھیے: ماوردی، الأحکام السلطانیة، مکتبہ دارابن قتیبہ، کویت، ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۹ء **متعلقہ مباحث**؛ ابویعلی، الأحکام السلطانیه **متعلقہ مباحث**، مصطفی البابی الحلبی، مصر، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء ؛ مولانا گوہر رحمان، اسلامی سیاست، **متعلقہ مباحث**، مکتبہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور، جون۱۹۹۸ء

70۔ الجامع، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل ابی بکر الصدیق رضی الله عنه، حدیث:۶۱۷۸، ۶۱۸۱؛المعلم،۳/۲۳۸۔۲۴۰

71۔ الجامع، کتاب القدر، باب کیفیة الخلق الآدمی فی بطن أمه۔۔۔، حدیث:۶۷۳۱؛ المعلم،۳/۳۰۹۔۳۱۰:

نیز دیکھیے: الجامع، کتاب الایمان، باب معرفة طریقة الرؤیة، حدیث:۴۵۱، ۴۵۴؛المعلم، ۱/ ۳۳۶